CHALLENGES FACED BY ISLAM TO ESTABLISH PEACE AND STRATEGIES OF PROPHET MUHAMMAD (PEACE BE UPON HIM)

قیام امن میں اسلام کو درپیش مشکلات اور پیغمبرِ اسلام (ﷺ) کی حکمت عملی

Naik Perveen, Cooperative Lecturer, Faculty of Arts and Social Sciences, Benazir Bhutto, Shaheed University, Karachi.
Gulnaz Naeem, Assistant Professor, Dept. of Islamic Studies, Faculty of Arts and Social, Sciences, Benazir Bhutto Shaheed University, Karachi. salamte@hotmail.com
Maroof Bin Rauf, Assistant Professor, Department of Education, University of Karachi. maroof.rauf@uok.edu.pk

ABSTRACT:
The establishment of peace is crucial for the security of the world. Without it, survival of the nations or even individuals is impossible. The religion Islam is the biggest promoter of peace and the word 'Islam' literally means 'peace'. Without peace one can't enjoy his/her life. Therefore, people must be able to solve their issues and conflicts rationally without devastating others rights and lives. Therefore, this qualitative study is based on the challenges faced by Islam for the establishment of peace in the society and highlights the efforts of Prophet Muhammad (peace be upon him) to handle the situation through his remarkable strategies. As today, peace is indispensable for this green planet's survival and whatever is happening there on the name of peace isn't peace at all.
KEYWORDS: *Challenges faced by Islam, Establishment of Peace and tolerance in Islam, strategy of Prophet Muhammad*

قبل از اسلام امن وامان کی صورتحال

قبل از اسلام معاشرے کے امن کو برباد کرنے میں مختلف عوامل کار فرما تھے۔ جیسے کہ مذہبی منافرت، بغض و عناد، عدم مساوات۔ بے رحم اس قدر تھے کہ لوگوں کو مذہب قبول کرنے کے لیے مجبور کیا جاتا جو انکار کرتے تھے وہ بھڑکتی ہوئی آگ کے حوالے کیے جاتے، پھاڑنے والے حیوانات کے آگے ڈالے جاتے یا ان کی دونوں ٹانگیں دو گھوڑوں کے پاؤں میں باندھ کر ان کو مختلف سمتوں میں چھوڑ دیتے تھے۔ تانبہ پگھلا کر ان کے اوپر ڈال دیتے یا ان کو مدہم آگ پر کئی کئی روز لٹکائے رکھتے تھے۔"[1] اسی طرح دھرم شاستر کا یہ بیان تو مساوات کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیتا ہے کہ اس دنیا میں موجود ہر شے برہمن کی ہے کیونکہ وہ مخلوقات میں برتر و افضل ہے۔ پس دنیا کی سب چیزیں اسی کی ہیں[2]۔ برہمن پر کسی نچلی ذات یا اچھوت کو قتل کرنے پر کوئی جرمانہ نہیں ۳[3]۔ گویا عالمی سطح پر امن کی کوشش تو کیا ہوتی یہاں تو ہم مذہب ساتھیوں میں بھی امتیاز برتا جارہا ہے۔ جبکہ یہود و نصاریٰ کے مابین بغض و عناد سے دونوں کو ہی بہت نقصان اٹھانا پڑا۔ بخت نصر نے ان کا قتل عام کیا، بیت المقدس کو آگ لگا دی ان کی مذہبی کتب جلا دی گئیں۔ نجران میں اتفاقاً یہودی قتل ہو گئے تو حمیری یہودی حکمران ذونواس نے عیسائیوں کا قتل عام کر دیا[4]۔ قرآن حکیم میں اس بغض و عناد کی انتہا بتائی گئی کہ وہ انبیائے کرامؑ کو ناحق قتل تک کر دیا کرتے تھے[5]۔ عیسائی حکمران ابرہہ نے کعبہ پر حملہ کرنا چاہا تو رب کعبہ نے پرندوں کے ذریعے اسکے لشکر کو نیست و نابود کر دیا۔ ابن

کثیر نے اس حملہ کی بنیادی وجہ کلیسائے صنعاء کی اہانت کا بدلہ لینا بتائی ہے[6]۔ جبکہ رومی مستشرق کونستان کا کہنا ہے کہ اسے یہ برداشت نہیں تھا کہ کعبہ تجارتی مرکز بنا رہے[7]۔ غرض قیام امن نہ ہونے کی وجہ ان مذاہب نے نہ صرف انسانیت کی تذلیل کی بلکہ علمی اثاثوں کو جو نقصان پہنچایا وہ بھی ناقابل تلافی ہے۔

اہل عرب میں بھی امن و امان مفقود نظر آتا ہے۔ جیسے کہ جنگ داحس جو ۴۰ سال تک چلتی رہی اس کی وجہ قبیلہ عبس و ذبیان کے سرداروں کے گھوڑوں کی ریس تھی۔ اس ریس میں داحس (گھوڑا) آگے بڑھنے لگا تو مخالف قبیلے کے لوگوں نے اسے راستہ سے بھٹکا دیا اور غبراء (گھوڑی) یہ ریس جیت گئی۔ اس پر ایک نہ ختم ہونے والی لڑائی کا سلسلہ شروع ہو گا۔ پھر مرہ قبیلے کے دو سرداروں نے ان دونوں قبیلوں کے مقتولین کی دیت کی رقم ادا کر کے ان کی صلح کروائی، جس کا مجموعہ تین ہزار اونٹ تھا[8]۔ دراصل عرب کسی ضابطہ اخلاق کے پابند نہیں تھے اور ان میں قتل و غارت گری عام تھی[9]۔ ان کے جنگی مقاصد کا حصول محض مال غنیمت حاصل کرنا، جذبہ تفاخر اور انتقام ہوتا تھا، دشمن کے اعضاء کاٹ دینا اور انہیں زندہ جلا دینا ان کے لیے معمولی بات تھی[10]۔ جہالت کا یہ عالم تھا کہ اپنی ان وحشیانہ حرکتوں پر شرمندہ ہونے کے بجائے ان کا تزکرہ بڑے فخریہ انداز سے کرتے تھے[11]۔ اگرچہ کچھ امن پسند موجود تھے، جیسے کہ مرہ قبیلے کے وہ سردار جن کا تزکرہ سطور بالا میں کیا گیا ہے۔

آغازِ اسلام اور قیامِ امن

اسلام کے لفظی معنی ہی امن اور سلامتی ہیں۔ لیکن خود اسلام کو اپنی آمد کے آغاز ہی میں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ جب اللہ کا حکم ہوا، قم فانذر[12] اور پیغمبرِ اسلام (ﷺ) نے تبلیغ شروع کر دی تو مشرکین کا جو ردِ عمل سامنے آیا اس پر مستشرق بوڈلے رقم طراز ہے کہ: "توحید کا بیان سن کر ابولہب مشتعل ہو گیا۔ پیغمبر خدا جو اس کے اپنے بھتیجے بھی تھے انہیں بات کرنے سے روکا اور پتھر برسائے۔ یہاں سے پیغمبرِ خدا (ﷺ) پر ایذا رسانیوں کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔"[13] وہ گھر میں ہوتے تو وہیں آپ پر پتھر پھینکتے[14] تو کبھی ان پر بکری کی اوجھڑی ڈال دی جاتی۔ ایمان قبول کرنے والے کمزوروں پر تشدد کیا جاتا[15] یا قتل کر دیئے جاتے[16]۔ ان مصائب سے بچنے کی خاطر مسلمان حبشہ کی جانب ہجرت تک کرنی پڑی[17] اور پیغمبر (ﷺ) تبلیغ کے غرض سے طائف تشریف فرما ہوئے تو لہولہان کر دیئے گے۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ان سے معاشرتی طور پر مکمل قطع تعلق اختیار کر لی گئی[18]۔ بالآخر پیغمبرِ اسلام (ﷺ) مکہ کو الوداع کرنے اور مدینہ ہجرت پر مجبور ہو گئے۔ مگر مشرکین مکہ کو یہ بھی گوارہ نہیں ہوا کہ وہ (ﷺ) کہیں امن و امان سے رہیں، انہوں نے وہاں بھی مسلمانوں پر حملے جاری رکھے[19]۔

انسان اپنے دشمنوں سے بچ سکتا ہے لیکن دشمن اگر دوست کے روپ میں ہوں تو بچنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ مکہ میں مسلمانوں کو کھلے دشمن کا سامنا تھا لیکن پیغمبر اسلام (ﷺ) کی مدینہ آمد کے بعد انہیں منافقین سے بھی بچنا تھا۔ اس بارے میں چوہدری افضل لکھتے

ہیں: جنگ کی آزمائشوں میں کامیابی سے گزرنا آسان ہے، دولتِ دنیا کو دین پر قربان کرنا سہل ہے۔ مگر منافقوں سے نباہ کرنا اور ان کی ہزار شر انگیزیوں کے باوجود ایک دفعہ بھی تعرض نہ کرنا آپ (ﷺ) کا ہی حوصلہ ہے [20]۔ رئیس المنافقین، عبد اللہ بن ابی نے غزوہ بنی مصطلق کی فتح کے بعد اپنی قوم سے کہا کہ مدینہ پہنچتے ہی معززین (اہل مدینہ) (نعوذ باللہ) ذلیلوں (مسلمانوں) کو نکال باہر کریں [21]۔ اسی طرح غزوہ احد کے لیے پہلے تو روانہ ہو گیا پھر اپنے تین سو آدمیوں کے ساتھ راستے سے پلٹ آیا [22] تاکہ مسلمان شکست کھا جائیں۔ غزوہ احزاب میں بھی مسلمانوں کا ساتھ نہیں دیا [23]۔ اس نے یہود کے قبیلہ بنو نضیر کو حملہ کے لیے اکسایا کہ ہم بھی تمہارے ساتھ ہیں [24]۔ رومیوں کے خلاف جنگ کے موقع پر مسلمانوں کو بھڑکایا کہ بہت گرمی ہے جنگ کے لیے مت نکلو [25]۔ یہاں تک کہ مسجد تک تعمیر کر ڈالی کہ وہاں پر امن طریقے سے مسلمانوں کے خلاف سازشیں کر سکیں [26]۔ غرض منافقین نے نہ تو میثاق مدینہ کا پاس رکھا نہ ہی کسی اور اخلاقی ضابطہ کا لحاظ بلکہ وہ اپنی ساری توانائی اسی میں صرف کرتے رہے کہ کس طرح مسلمانوں کو ختم کیا جا سکے۔ دوسری جانب دیکھیں تو رسول (ﷺ) ہمیشہ اپنے اعلیٰ اخلاق کا اظہار فرماتے رہے۔ عبد اللہ بن ابی کے بیٹے نے اسلام دل سے قبول کر لیا تھا، پیغمبرِ امن (ﷺ) نے ان سے فرمایا: جب تک تمہارے والد میرے ساتھ ہیں ان سے حسن سلوک کرتا رہوں گا اور تاریخ شاہد ہے، عبد اللہ بن ابی کی تمام تر شر انگیزیاں ایک طرف اور آپ (ﷺ) ابی کے وفات پانے کے بعد بھی اپنی بات پر قائم تھے اور اس دوران ابی کے غمزدہ بیٹے کے کہنے پر ابی کی تدفین کے لیے اپنی قمیص بھی عطا فرمائی اور اس کی نماز جنازہ بھی ادا کی [27]۔ لیکن پھر اللہ پاک نے وحی نازل فرمائی کہ وہ کسی منافق کی نماز جنازہ نہ پڑھائیں [28]۔ خود رسول اللہ (ﷺ) کا فرمان ہے: (اس کی گستاخیوں اور شر انگیزیوں کی وجہ سے) میری قمیص اور اس پر میری نمازِ جنازہ اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی لیکن مجھے امید ہے کہ اس بنیاد پر ابی کی قوم کے ۱۰۰۰ افراد ایمان لے آئیں گے [29]۔

مدینہ میں منافقین کے علاوہ یہودی بھی کسی بڑے چیلنج سے کم نہ تھے۔ یہ اہل کتاب تھے اس لیے خود بھی نبوت سے اچھی طرح واقف تھے اور دیگر افراد کو بھی آخری نبی کی خبر دیتے تھے۔ لیکن جب محمد بن عبد اللہ کا بطور آخری نبی ظہور ہو گیا تو ایمان لانے سے انکار کرتے ہوئے مختلف اعتراضات پیش کرنے لگے۔ جیسے کہ مسلمانوں نے بیت المقدس کی جگہ کعبہ کو اپنا قبلہ بنالیا، یہودی دراصل مسلمانوں کو اپنے لیے خطرہ سمجھنے لگے تھے [30]۔ اس لیے اسلام کے خلاف مسلسل سازشوں میں لگے رہتے اور دیگر طبقوں کو بھی آمادہ جنگ کرتے، یہاں تک کہ انکی عداوت تہذیب سے عاری ہو گئی۔ رسول اللہ (ﷺ) سے ملتے تو بجائے السلامُ علیکم کہنے کے السام علیکم (تم پر ہلاکت ہو) اور راعنا کی جگہ راعینا (ہمارے چرواہے) کہتے [31]، نعوذ باللہ۔ انہی شر انگیزیوں کے باعث انہیں مدینہ سے جلا وطنی کے بعد خیبر کے قلعوں سے بھی بے دخل کر دیا گیا [32]۔ یہودیوں کی شورشیں بڑی حد تک ان کی فطرت ثانیہ بن چکی تھیں [33]۔

اس کے برعکس اسلام نے اپنے پیروکاروں کو امن و سلامتی کا درس دیتے ہوئے کسی انسان کے قتلِ ناحق کو ساری انسانیت کا قتل گردانا [34]۔ زمین پر فساد برپا کرنے کی ممانعت فرمائی [35] کہ اللہ کریم ایسے افراد کو پسند نہیں فرماتے [36]۔ امن ایک بہت بڑی نعمت ہے اور

قرآن کریم نے اس کو عطیۂ الٰہی[37] کے طور پر ذکر کرتے ہوئے فرمایا: (اہل قریش کو) اس گھر کے مالک کی عبادت کرنی چاہیے جس رب نے انہیں بھوک میں مبتلا پایا تو کھلایا اور خوفزدہ محسوس کیا تو امن بخشا[38]۔ مزید یہ کہ جو بھی اس گھر میں داخل ہو گا اس کے لیے امان عطا فرمائی[39]۔ یہود کے ظلم و جبر کے برعکس رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی امت کو قیام امن کی طرف راغب کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کی زبان اور ان کے ہاتھ سے دیگر مسلمان امن میں رہیں، کسی کے مال یا اس کی جان کو ان سے خطرہ نہیں ہو[40] اور جس نے کسی معاہد (ذمی غیر مسلم) کو قتل کیا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا[41] کیونکہ اللہ پاک ایسے شخص پہ اپنا رحم نہیں فرماتا جو لوگوں پر رحم نہ کرتا ہو[42]۔ جبکہ ظلم اور تنگ نظری سے بچنے کی تلقین فرمائی[43] نیز غصّہ کے وقت بھی خود پر قابو رکھنے کی تلقین فرمائی[44]۔ غرض، اسلام کی ایسی بہت سی تعلیمات ہیں جن کی بدولت قبل از اسلام پائی جانے والی بدامنی اور دشمنیوں کا خاتمہ ہوا اور ریاست مدینہ میں ایسا عملی بھائی چارہ پروان چڑھا جسکی نظیر کسی معاشرے میں بھی نہیں ملتی۔ اس بات کا اعتراف فرانسیسی مستشرق Louis-Amélie Sédillot نے بڑے احسن طریقے سے کیا ہے کہ: جو اسلام کو ایک وحشی مذہب سمجھتے ہیں انکے ضمیر کتنے تاریک ہیں اس کے لیے محض یہ ایک ہی دلیل بہت ہے کہ دراصل وہ لوگ اُن واضح آیات سے غافل ہیں جو اس درجہ متاثر کن تھیں کہ عرب قوم کی وہ سب برائیاں ختم ہو گئیں جو عرصہ دراز سے وہاں رائج تھیں۔ خاندانی عداوت، انتقام لینا، دختر کشی اور کینہ پروری وغیرہ جیسی قابل مذمت رسومات قرآن نے مٹادی ہیں جبکہ ان میں سے بیشتر پہلے بھی یورپ میں تھیں اور اب بھی ہیں[45]۔

قیام امن میں نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حکمت عملی

نبوت کے اعلان سے قبل بھی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حیاتِ مبارکہ کے ۴۰ سال نہایت پر امن طریقے سے گزارے۔ اہل مکہ انہیں صادق و امین کہتے تھے اور اپنی امانتیں بے خطر ان کے پاس رکھوا دیتے تھے۔ لیکن نبوت کے اعلان مکی زندگی کے ۱۳ سالہ کفار کی ایذارسانیوں کا مسلسل شکار رہے۔ لیکن اس دوران بھی کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی ذات کی خاطر انتقام لیا ہو۔ بلکہ جس دن مکہ فتح ہوا، نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) اہلیانِ مکہ کے تمام مظالم اور شر انگیزیوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے فرمایا: آج تم پر کوئی ملامت نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو[46]۔ اسی طرح کا معاملہ طائف کے مغرور و متکبر سرداروں کے ساتھ بھی کیا، جنہوں نے دعوتِ اسلام کو ٹھکراتے ہوئے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ بہت برا رویہ اختیار کیا تھا[47]۔ رب کائنات کو رسولِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں یہ بے ادبی و بدتمیزی گوارہ نہ ہوئی اور ایک فرشتہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا جس نے آکر فرمایا کہ اگر حکم ہو تو پہاڑ اٹھا کر اہل طائف پر ڈال دوں، یہ سب فنا ہو جائیں گے۔ پیغمبرِ امن (صلی اللہ علیہ وسلم) نے منع فرمایا کہ نہیں، ممکن ہے کہ انکی آئندہ نسلیں اسلام لے آئیں[48]۔ پھر ہجرت مدینہ کے بعد مسلمان کفار کے مظالم سے بچ گئے لیکن یہاں ایک طرف یہودیوں کی سازشیں انہیں کسی بھی خطرے میں ڈال سکتی تھیں تو دوسری طرف مشرکین مکہ ان کوششوں میں تھے کہ مسلمان مدینہ میں بھی امن و امان چین سے نہ رہ سکیں۔ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمام اندرونی و

بیرونی خطرات کا جائزہ لیتے ہوئے مدینے میں قیام امن کے لیے اہل مدینہ سے ایک معاہدہ طے فرمایا۔ لفظ میثاق مدینہ سے موسوم اس تاریخی دستاویز کی چند اہم شرائط یہ تھیں: بنی عوف کے یہود اور مسلمانوں ایک قوم ہیں۔ دونوں کے آپس میں بھلائی کے تعلقات ہوں گے۔ اگر کوئی بھی دشمن مدینہ پر حملہ کرے گا تو وہ مشترکہ دشمن سمجھا جائے گا اور لڑائی کے اخراجات دونوں برداشت کریں گے۔ یہود کی حلیف اقوام کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو یہودیوں کے لیے ہیں۔ مظلوم کی فریادرسی کی جائیگی۔ کوئی فرد اپنے معاہد کے خلف کاروائی نہیں کریگا اور اگر باہمی اختلاف ہوا تو رسول (ﷺ) فیصلہ فرمائیں گے [49]۔ اسی طرح بیت المقدس کو قبلہ تسلیم کرنا بھی درحقیقت قیام امن کی مختلف کوششوں میں سے ایک تھا [50]۔ اگرچہ نبی (ﷺ) کا قلبی لگاؤ بیت اللہ ہی سے تھا۔ ہجرت کے چھٹے سال رسول اللہ (ﷺ) نے بیت اللہ کی زیارت کا ارادہ کیا لیکن مشرکین مکہ نے اجازت نہ دی اور رسول اللہ (ﷺ) کو حدیبیہ کے مقام سے واپس لوٹنا پڑا۔ اس مرتبہ بھی رسول اللہ (ﷺ) نے لڑائی جھگڑے سے بچتے ہوئے صلح کو ترجیح دی اور قریش مکہ کے ساتھ ہونے والے اس صلح نامہ سے اہل اسلام کو عظیم فوائد حاصل ہوئے اور قرآن پاک میں اس صلح کو فتح مبین قرار دیا گیا [51]۔ اس صلح کے ذریعے مسلمانوں کو کچھ عرصے بعد ہی سہی لیکن بغیر خون خرابے کے عمرہ ادا کرنے کی اجازت مل رہی تھی۔ چناچہ نبی (ﷺ) نے اپنے اصحاب کے اعتراضات کے باوجود انہیں راضی کر لیا اور خون خرابے کے بجائے امن و سکون کو ترجیح دی۔ پھر جب مکہ فتح ہو گیا تو وہی قریش مکہ جنھوں نے رسول (ﷺ) اور ان کے اصحابؓ پر ظلم کے پہاڑ توڑ رکھے تھے، اب بھلائی کی امید لیے کھڑے تھے اور امن کا درس دینے والے پیغمبرِ امن نے اس موقع کو بھی غنیمت جانا فرمایا کہ تم لوگوں پر آج کوئی ملامت نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو [52]۔ یہ وہ موقع تھا جب دشمن قابو میں آچکا تھا لیکن آپ (ﷺ) نے اعلان فرمادیا کہ آج رحمت، محبت، امن وعافیت کا دن ہے [53]۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ اس یوم جب نبیِ رحمت (ﷺ) نے انہیں فرمایا، جاؤ آج تم آزاد ہو تو انہوں نے اسلام میں داخل ہونا شروع کر دیا۔ اقوام عالم پیغمبر امن کے اس طرز عمل کوئی نظیر پیش نہیں کر سکتیں۔

حاصل بحث

آج پھر امت مسلمہ بدامنی و انتشار کا شکار ہے۔ ایسے میں نبی (ﷺ) کے احکامات کی بنیاد پر قیام امن کے لیے ایسی کوششیں ناگزیر ہیں جو نہ صرف پائیدار ہوں بلکہ ملک وملت کی ترقی کا ضامن ہوں۔ کیونکہ غیر مسلم دنیا میں امن وامان نہ ہونا اتنا تکلیف دہ نہیں جتنا کہ اس قوم میں جس کے نبی (ﷺ) کی حیاتِ مبارکہ کلی طور پر امن وامان کے پرچار میں گزری ہو۔ وہ امت جو دنیا کو امن وسکون کا سبق سکھانے کے لیے اٹھی تھی خود بدامنی کا شکار ہے۔ مسلمان آج غیروں کی سازش کا شکار ہو کر باہم دست وگریباں ہیں۔ خود اپنے ہی ملک کے مسلمانوں کا سیاسی، لسانی اور مذہبی بنیادوں پر قتلِ عام عروج پر ہے، وہ پیغمبر اسلام کے امن و سلامتی کے اقدامات فراموش کر بیٹھے ہیں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ آج ہم جن مذہبی، ملکی، سیاسی و لسانی تعصبات میں گرفتار ہیں ان کا ممکنہ حل اسلام ہی کی تعلیمات میں پوشیدہ ہے۔

1 وجدی، محمد فرید۔ **"المدینۃ والاسلام"**۔ مطبوعہ علی گڑھ۔ ۱۳۲۲ھ۔ ص ۳۲

2 صدیقی، عبد الرحمان۔ **"ارمغان وید المعروف رام راج"**، دار التزکیر لاہور، ۱۹۹۵ء، ص ۳۲

3 ایضاً۔ ص ۳۷

4 ندوی، مجیب اللہ۔ **"اہل کتاب صحابہ و تابعین"**۔ معارف پریس اعظم گڑھ انڈیا۔ ۱۹۵۱ء۔ ص ۹۱۔ ۹۲

5 القرآن الکریم۔ سورۃ آل عمران آیت ۱۱۲

6 حمید اللہ، ڈاکٹر۔ **"محمد رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی"**۔ ادارہ اسلامیات انار کلی لاہور۔ ص ۱۴۶

7 کونستان۔ **"پیغمبر اسلام ﷺ"**۔ مترجم مولانا وارث علی۔ شمع بک ایجنسی کراچی۔ ص ۱۰

8 زیات، احمد حسن۔ **"تاریخ ادب عربی"**۔ مترجم عبد الرحمان طاہر سورتی۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور۔ ص ۱۱۳

9 رضوی، سید واجد علی۔ **"رسول ﷺ میدان جنگ میں"**۔ پنجاب بک ڈپو لاہور۔ ۱۹۶۶ء۔ ص ۴۰

10 ایضاً۔ ص ۴۱، ۴۲

11 زیات، احمد حسن۔ **"تاریخ ادب عربی"**۔ ص ۱۳۳

12 القرآن الکریم۔ سورۃ المدثر آیت ۲

13 Bodley, R. V.C (1946). *"The Messenger: The Life of Mohammed"*. Garden City, New York

14 طبری، محمد بن جریر۔ **"تاریخ طبری"**۔ ج ۲۔ مترجم: سید محمد ابراہیم۔ نفیس اکیڈمی کراچی۔ ۲۰۰۴ء۔ ص ۸۵

15 ابن ہشام۔ **"سیرت النبی ﷺ"**۔ ج ۱۔ مترجم: قطب الدین احمد۔ اسلامی کتب خانہ۔ لاہور۔ ص ۳۲۵

16 ایضاً۔ ج ۲، ص ۳۲۸

17 ایضاً ۳۲۹۔ ۳۳۰

18 ایضاً۔ ص ۳۵۴

19 علوی، ڈاکٹر خالد۔ **"انسان کامل"**۔ الفیصل اردو بازار لاہور۔ ۱۹۹۷ء۔ ص ۱۰۹

20 افضل حق، چوہدری۔ **"محبوب خدا"**۔ مکتبہ القریش اردو بازار لاہور۔ ۱۹۷۷ء۔ ص ۱۱۶

21 صباح الدین، عبد الرحمان۔ **"اسلام میں مذہبی رواداری"**۔ معارف دار المصنفین اعظم گڑھ انڈیا۔ ۱۹۸۷ء۔ ص ۳۲

22 ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید۔ **"سنن ابن ماجہ"**۔ مصطفی البابی الحلبی مصر۔ کتاب الجنائز

23 ماہنامہ **نقوش رسول نمبر**۔ محمد طفیل۔ ادارہ فروغ اردو لاہور۔ جنوری ۱۹۸۳ء۔ ج ۳۔ ص ۵۲۲

24 ایضاً۔ ج ۳۔ ص ۵۱۹

25 القرآن الکریم۔ سورۃ التوبۃ آیت ۸۱

26 ایضاً۔ آیت ۱۰۷

27 قاسمی، محمد شمیم اختر۔ **منافقین مدینہ اور اخلاق رسول ﷺ** ۔ماہنامہ دارالعلوم۔ شمارہ ۴۔ جلد: ۸۹۔ ۱۴۳۶ھ

28 القرآن الکریم۔ سورۃ التوبہ آیت ۸۴

29 الطبری، محمد بن جریر۔ **"تفسیر الطبری"**۔ جلد ۱۱۔ سورہ التوبہ آیت ۸۴۔ القاہرہ۔ ۲۰۰۱ء۔ ص ۶۱۴

30 حمید اللہ، ڈاکٹر۔ **"محمد رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی"**۔ ص ۳۳۱

31 ایضاً۔ ص ۳۳۴۔ ۳۳۵

32 ایضاً۔ ص ۳۴۰۔ ۳۴۱

Bodley, R. V. (1946). p127.[33]

34 القرآن الکریم۔ سورۃ المائدہ آیت ۳۲

35 القرآن الکریم۔ سورۃ الاعراف آیت ۵۶

36 القرآن الکریم۔ سورۃ القصص آیت ۷۷

37 قاسمی، مفتی اختر امام عادل۔ **"اسلام امن و سلامتی کا مذہب (مسلمانوں کی تاریخ حکمرانی سے چند نمونے)"**۔ ماہنامہ دارالعلوم۔ شمارہ ۱۔ جلد ۹۲۔ ۱۴۳۹ھ

38 القرآن الکریم۔ سورۃ القریش آیت ۳۔ ۴

39 القرآن الکریم۔ سورۃ آلِ عمران آیت ۹۷

40 ترمذی۔ **"جامع الترمذی"**۔ کتاب ایمان و اسلام۔ باب: مسلمان وہ ہے۔۔ حدیث نمبر ۲۶۲۷

41 نسائی۔ **"سنن نسائی"**۔ کتاب قسامہ، قصاص اور دیت کے احکام و مسائل۔ باب: ذمی کو قتل کی وعید۔ حدیث نمبر: ۴۷۵۳

42 بخاری، صحیح بخاری۔ کتاب التوحید۔ باب: اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ۔۔۔ حدیث نمبر ۷۳۷۶

43 ابو داؤد۔ **"سنن ابی داؤد"**۔ کتاب الخراج والامارۃ والفیء۔ باب فی تشعیر۔۔۔ حدیث نمبر ۳۰۵۲

44 ایضاً۔ کتاب الآداب۔ باب غصہ پی جانے والے۔ حدیث نمبر ۴۷۷۷

45 Histoire Des Arabes (French)by Louis-Amélie Sédillot ۔ "خلاصہ تاریخ ادب"، مترجم عبد الغفار، نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۸۶ء، ص ۳۴

46 نجیب آبادی، اکبر شاہ خان، **"تاریخ اسلام"** ص ۱۸۱

47 ایضاً، ص ۹۹

48 ایضاً، ص ۱۰۰

49 جعفری، رئیس احمد، **"اسلام اور مذہبی رواداری"**، ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور، ۱۹۵۷ء، ج ۲، ص ۵۰۔۴۹

50 سھتو، قمر الدین۔ **"النبی الامین والقرآن المبین، افادات: مولانا عبید اللہ سندھی"**، آزاد کمیونیکیشن کراچی، ۱۹۹۳ء، ص ۲۸

51 القرآن الکریم۔ سورۃ الفتح آیت ۱

52 نجیب آبادی، اکبر شاہ خان۔ **"تاریخ اسلام"**۔ جوہر رحمانیہ پرنٹرز لاہور۔ ۲۰۰۴ء۔ ص ۱۸۱

53 ابن ہشام، **"سیرت النبی ﷺ"**، ج ۲، ص ۴۱۲

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.